ڈاکٹر خالد علوی

فرد کی تربیت کا پیغمبرانہ طریق

(دوسری قسط)

سورہ المزمل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتدائی آیات دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضورؐ کو جن اعمال کا حکم ہو رہا ہے وہ فی الحقیقت قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ
رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ
وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ
إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ وَاصْبِرْ
عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ
وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝ [۱]

اے کمبل اوڑھنے والے، کھڑا رہا کریں رات کو مگر تھوڑی دیر کے لیے۔ آدھی رات یا اس میں سے بھی کم کر لیا کریں یا بڑھا دیا کریں، اور قرآن کو آہستہ آہستہ پڑھا کریں۔ بلاشبہ ہم آپ پر بھاری بوجھ ڈالنے والے ہیں۔ بتحقیق رات کا اٹھنا نفس کو کچلنے میں سخت (موثر) ہے اور بہت سیدھا کرنے والا ہے بات کو۔ بلاشک آپ کے لیے دن میں (بسلسلہ تبلیغ) بڑا مشغلہ رہا کرے گا اور اپنے پروردگار کا ذکر کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔ وہ میرا پروردگار ہے مشرق و مغرب کا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اس کو اپنا ساز گار بنا لو، اور جو کچھ آپ کی نسبت (یہ کافر) کہتے ہیں ان پر صبر کریں۔ مجھ کو اور ان خوشحال و دولت مند جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیں۔ (میں ان سے بھگت لوں گا) اور انھیں تھوڑی سی مہلت دے۔

---

[۱] القرآن: (۷۳ : ۱۔۱۱)

مسلمان صوفیا نے انہی آیات سے تربیت کے دس اصول مستنبط کیے ہیں مثلاً:
آخر شب کو اٹھنا۔ نماز تہجد پڑھنا، نماز تہجد میں ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنا۔ مجاہدہ، جس سے نفس امارہ مغلوب ہو، ذکر اسم ذات، علائق مادی سے قطع تعلق کر کے اللہ کی طرف یکسو ہونا، اللہ کی ذات پر کامل توکل، اغیار کے اعتراضات پر صبر۔ مخالفین سے کنارہ کشی لیکن خوش اسلوبی سے لوگوں کی تکذیب کے مقابلے میں بحث و مباحثہ کی بجائے معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا، گویا تعلق باللہ کو مستحکم کرنے کے لیے عبادت، ذکر الٰہی، مجاہدۂ نفس، محبت، اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس اور دعا، وہ عناصر ہیں جنھیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ دین کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ قرآن و سنت اور دینی ادب میں ان موضوعات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، یہاں صرف اشارات سے کام لیا گیا ہے۔

عبادت

عبادت انسان کی حیات دینی کی معراج ہے۔ اسی کے ذریعے انسان عبدیت میں پختہ ہوتا ہے، شرک فی العبودیت سے نجات حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور معیت سے مشرف ہوتا ہے۔ حضورؐ کو حکم ہوتا ہے:
وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ[52] [اے رسول سجدہ کیے جائیے اور قرب حاصل کیے جائیے]
عبادت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ انسان تارک الدنیا زاہد بن جائے اور رہبانیت اختیار کر لے۔ عبادت کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ انسان بڑی عاجزی و نیازمندی سے پنجگانہ ادا کرے، اور جب نماز پڑھ چکے تو پھر پہلے ہی کی طرح لالچی، خود غرض اور ظالم بن کر باہر آئے۔ وہ بار امانت اُٹھانے اور نصرتِ حق کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس انسان کا رشتہ اللہ سے استوار نہیں ہوا اور نہ یہ تعلق باللہ کی منزل میں داخل ہوا ہے۔ عبادت تو وصول الی اللہ کی جانب مسلسل سفر ہے، اور بغیر رکے ہوئے چلتا ہے۔ احساس عبودیت کا نشوونما ارتقا ہی اچھی تربیت کا ضامن ہوتا ہے۔ مثلاً نماز کو لیجیے، دس برس کی عمر کے بعد اس سوسائٹی کے ہر لڑکے اور لڑکی پر نماز لازم کر دی

---

[52] القرآن (۹۶ : ۱۹)

گئی ہے اور یہ فرض کسی حال میں بھی اس سے ساقط نہیں ہوتا۔ اِلّا یہ کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو، یا عورت حیض و نفاس کی حالت میں ہو۔ بیماری میں، سفر میں، جنگ کے معرکے تک میں یہ فرض اسے ادا کرنا پڑے گا۔ اٹھ نہ سکے تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھنا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر پڑھے ہاتھ پاؤں حرکت نہ کر سکتے ہوں تو اشارے سے پڑھے، پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمم کر کے پڑھے۔ قبلے کی سمت معلوم نہ ہو تو جدھر گمان ہو اسی طرف منہ کر کے پڑھے، غرض کوئی عذر اس معاملے میں مسموع نہیں ہے۔ نماز کا وقت جب آ جائے تو ہر حال میں مسلمان مامور ہے کہ اس فرض کو ادا کرے[۳] نماز ساری عبادتوں کا جوہر اصلی ہے۔ اسی لیے نماز کی شدید تاکید کی گئی ہے اسی لیے حضورؐ نے نماز کو ایک ندی سے تشبیہ دی جس میں داخل ہونے کے بعد آدمی کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی نہیں رہتی[۴] نیز فرمایا:

وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ۔[۵]

[میری آنکھوں کی ٹھنڈک میری نماز ہے]

روزے کے بارے میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[۶]

[اے ایمان والو تم پر روزے فرض کر دیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو]

یعنی روزے کا اصل مقصد تقویٰ ہے اور یہ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور تعمیل سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ نفس بخل کی برائی سے پاک اور روح

---

[۳] اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، ۵۰۔
[۴] مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، ۵۷۔
[۵] مسند، ۳: ۱۲۸۔
[۶] القرآن، ۲: ۱۸۳۔

خود پسندی کے بوجھ سے آزاد ہو جائے اور انسان بنی نوع انسان کے ساتھ اخوت کے رشتے کو محسوس کرے اور اسے ایسے بھائی چارے کا احساس ہو جو اس کے احساس ملکیت پر غالب آجائے۔ کیونکہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی خاندان کی طرح ہیں اور خاندان کی ملکیت تمام افراد خاندان کی ملکیت ہوتی ہے اور اللہ کی نعمت اور اس کے عطا کردہ رزق میں سب شریک ہوتے ہیں۔ نفس انسانی اس فریضے کی ادائیگی کے بعد مادی وابستگیوں اور جسمانی خواہشوں سے پاک و صاف ہو کر خالصتاً اللہ کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی رضا اور مغفرت کا طلب گار ہو جاتا ہے۔

عبادتِ الٰہی کی تاثیر ہے کہ انسان مادی قوتوں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ وہ مادی قوت جو منہاج الٰہی سے ہٹی ہوتی ہے، باطل ہے اور باطل سے مقابلہ لازمی ہے۔ یہ عبادت کا اثر ہے کہ انسان باطل کا مقابلہ کرتا ہے۔ دراں حالیکہ وہ بے پناہ قوت اور ناقابلِ شکست اعتماد کا حامل ہوتا ہے، وہ جہاد کر کے غلبہ حاصل کرتا ہے اور قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق بن جاتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝[۵۷]

[دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے، اگر تم مومن ہو]

باطل پر حق کے غلبے کا یہ تصور عقیدۂ اسلامی کا ایک اہم بنیادی عنصر اور اسلامی تربیت کا جزء ہے اور یہ نتیجہ ہے عبادتِ الٰہی اور تعلق باللہ کا۔ یہ ثمرہ کبھی یک لخت سامنے آجاتا ہے اور کبھی رفتہ رفتہ اور آہستہ آہستہ حاصل ہوتا ہے اور ایمان کے لیے یہ تصور ناگزیر ہے[۵۸]

ذکر و فکر

تعلق باللہ کو مستحکم رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ذکر و فکر ہے۔ قرآن پاک نے مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝

---

۵۷ القرآن (۳: ۱۳۹)

۵۸ اسلام کا نظامِ تربیت، ۱۱۵۔

الَّذِینَ یَذْکُرُونَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰی جُنُوبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُونَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ [9]

[بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے (یہ وہ ہیں) جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور غور و فکر کے بعد پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ کائنات بے فائدہ پیدا نہیں کی]

سرکارِ دو عالم کو حکم ہوتا ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا [10]

[اے رسول! آپ اس شخص کا کہا مت مانیں جسے ہم نے ذکر سے غافل کر دیا ہے]

مومنین کو ذکرِ الٰہی کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا گیا:

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ [11]

(اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیرًا [12]

[اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، ذکرِ کثیر کی صورت میں]

رحمتِ کائنات کے اسوۂ حسنہ اور آپ کے ارشادات سے ذکر کی دینی حیثیت اور روحانی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں:

عن ابی رزین انہ قال لہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الا ادلک علی ملاک ھذا الامر الذی تصیب بہ خیر الدنیا والاخرۃ ۔ علیک بمجالس اھل الذکر واذا خلوت فحرک لسانک ما استطعت بذکر اللہ واحب فی اللہ ۔

---

[9] القرآن (۳: ۱۹۰، ۱۹۱)

[10] القرآن (۱۸: ۲۸)

[11] القرآن (۸: ۴۵)

[12] القرآن

وَ ابغض فی اللہ [۱۳]

[ابو رزین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، کیا میں تمھیں اس امر کی اساس نہ بتاؤں جس کے باعث تو دنیا و آخرت کی بھلائی پائے گا - اہل ذکر کی مجالس کو لازم جانو اور جس وقت تنہا بیٹھو تو حسب طاقت اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے متحرک رکھو - اللہ کی وجہ سے محبت رکھو اور اللہ کی وجہ سے بغض -

عن ابی ھریرۃ و ابی سعید : قالا : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکۃ و غشیتھم الرحمۃ و نزلت علیھم السکینۃ و ذکرھم اللہ فیمن عندہ [۱۴]

[ابو ہریرہ اور ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کوئی گروہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نہیں بیٹھتا مگر یہ کہ فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون و طمانیت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مقربین فرشتوں میں کرتا ہے -

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم - انہ کان یقول لکل شئ صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ ، ما من شئ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ [۱۵]

عن ابی ھریرۃ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - ان اللہ تعالیٰ یقول انا مع عبدی اذا ذکرنی و تحرکت بی شفتاہ [۱۶]

[عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے - ہر چیز کی صفائی ہے اور دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے اور کوئی چیز خدا کے عذاب سے بچانے والی ذکر الٰہی سے بہتر نہیں -

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : میں اپنے بندے

---

[۱۳] مشکوٰۃ ، کتاب الآداب ، باب الحب فی اللہ ، ص ۴۲۷ -
[۱۴] مسلم ، کتاب الذکر والدعا ، ۸ : ۷۲ ، ترمذی ابواب الدعوات ، ۲ : ۲۷۸ -
[۱۵] مشکوٰۃ : کتاب الدعوات ، ۱۹۲ ، ترمذی : ۲ : ۲۷۰ -
[۱۶] مشکوٰۃ : کتاب الدعوات ۱۹۲ ، بخاری ، کتاب التوحید ۷ : ۱۸۴

کے ساتھ ہوں جبکہ وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے حرکت کرتے ہیں]
آنحضورؐ نے ذکر کرنے والے کو زندہ اور نہ کرنے والے کو مردہ سے تشبیہ دی ہے۔ حیات صرف حیوانی نہیں انسانی بھی ہے۔ حیات انسانی کا خاصہ قلب و روح کی زندگی ہے۔ حیات روحی کے بغیر انسان چلتے پھرتے اور حیوانی تقاضے پورے کرتے نظر آتے ہیں لیکن وہ مردہ ہوتے ہیں :

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت[۵۷]

[ابو موسیٰؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی جو نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی سی ہے]
ذکر نہ صرف تعلق باللہ کو مستحکم کرتا ہے بلکہ روح انسانی کو ایسے رنگ عطا کرتا ہے کہ اس پر کوئی اور رنگ غالب نہیں آتا۔ ذکر کے بغیر تکمیل ذات کا تصور کرنا ہی غلط ہے۔ اقبال کے الفاظ میں :

فقر قرآں، اختلاط ذکر و فکر　　　فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر

رومی نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے :

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن　　　فکر گر جامد بود او ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز　　　ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

مصاحبت

اچھے انسانوں کی مصاحبت انسان کے اندر تعلق باللہ کا احساس، عبودیت کا شعور اور حسن خلق کا انضباط پیدا کرتی ہے۔ قرآن پاک نے اپنے حکیمانہ انداز میں کفار کی ندامتوں اور حسرتوں کا ذکر کیا ہے کہ برے لوگوں کی دوستی انھیں لے ڈوبی۔
یٰویلتیٰ لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا[۵۸] [کاش! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا]

---

[۵۷] بخاری ۸: ۱۰۴
[۵۸] الفرقان، ۲۵: ۲۸

لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ السَّبِیْلِ [۱۹] [اس نے مجھے گمراہ کر دیا]

مومنوں کو حکم دیا کہ سچے لوگوں کا ساتھ دو

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [۲۰]

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو]

آنحضورؐ کے ارشادات سے اس کی اہمیت کا احساس قوی تر ہوتا ہے۔ ذیل کی احادیث سے معلوم ہوگا کہ آپ کے نزدیک اچھی صحبت کتنی اہم ہے:

عن ابی سعید انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول: لاتصاحب الا مومنًا ولا یاکل طعامك الا تقی [۲۱]

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل [۲۲]

[ابو سعید سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو فرماتے سنا: تو مومن کے سوا کسی سے دوستی نہ کرے اور تیرا کھانا صرف پرہیز گار کھائے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے]

مصاحبت سے عقیدے کی پختگی ہوتی ہے، اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مصاحبت فکری تربیت اور عملی تنظیم پر گہرے اثرات ڈالتی ہے۔ پختہ فکر اور باعمل انسانوں کے پاس رہ کر انسان کو ایک اعتماد حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ مخالفتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقاتِ ذکر کی تعریف فرمائی:

عن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اذا مررتم بریاض الجنة

---

۱۹ القرآن: ۲۰ القرآن ۹، ۱۱۹

۲۱ ترمذی ابواب الزہد، ۸: ۲۴۶ — ابوداؤد، کتاب الادب، ۴: ۳۵۸ — مسند، ۳: ۳۸۔

۲۲ ترمذی ابواب الزہد، ۹: ۲۲۳ — ابوداؤد، کتاب الادب، ۴: ۳۵۹ — مسند، ۲: ۳۰۳، ۳۳۴

فارتعوا قالوا : وما ریاض الجنۃ ؟ قال حلق الذکر[۲۳]

عن ابی ھریرۃؓ - قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - ان للہ ملائکۃ یطوفون فی الطریق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قومًا یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم - قال : فیحفونھم باجنحتھم الی السماء الدنیا . . . .
قال : فیقول : فاشھدکم انی قد غفرت لھم - قال : یقول ملک من الملائکۃ : فیھم فلان لیس منھم انما جاء لحاجۃ - قال : ھم الجلساء لا یشقی جلیسھم[۲۴]

[انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس وقت تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو میوہ خوری کرو - صحابہ نے پوچھا : جنت کے باغ کیا ہیں ؟ فرمایا : ذکرِ الٰہی کے حلقے -

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی جماعت ہے جو راستوں میں ان لوگوں کی تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکرِ الٰہی کرتے ہیں - پس جب وہ کسی جگہ ذکرِ الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آؤ - اس کے بعد آپؐ نے فرمایا : وہ فرشتے اپنے پروں سے ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو ڈھانپ لیتے ہیں اور آسمان دنیا تک پھیل جاتے ہیں . . . . .
حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا - اب فرشتہ سن کر کہتا ہے کہ ان لوگوں میں تو ایک ایسا شخص بھی تھا جو ان میں شامل نہ تھا وہ کسی غرض کے لیے آیا تھا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : یہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا]
حدیث کا آخری حصہ مصاحبت کی افادیت اور تاثیر کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے -

---

[۲۳] ترمذی ، ابواب الدعا ۷ ۱۳۰ : ۴۴ .
[۲۴] بخاری ، کتاب الدعوات ، ۸ : ۱۰۸ -

دُعا

تعلق باللہ کو پختہ اور مضبوط و مستحکم کرنے اور روح کی صحیح تربیت کرنے میں دعا کو ا خاص مقام حاصل ہے۔ دعا انسان کی عبودیت اور حاجت مندی کے اظہار کا ذریعہ اور اللہ تعالی کی قدرت کاملہ، اس کی حاکمیت مطلقہ اور رحمت و غفران کا اقرار و اعتراف بھی ہے دعا تشکر و امتنان کا وسیلہ بھی ہے اور عجز و نیاز کا اظہار بھی۔ جس طرح ذکر روح کی بالید کا باعث بنتا ہے اسی طرح دعا باطن کے گداز کا سبب بنتی ہے۔ دعا کبر و غرور اور خود پسند جیسی مہلک روحانی امراض کا علاج ہے۔ دعا کی وجہ سے جہاں انسان کو عزت نفس کے تحفظ کا احساس ہوتا ہے وہاں توجہ الٰہی کا بے پناہ اعتماد بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالی کی ربوبیت و رحمت سے ایسا گہرا ربط پیدا ہوتا ہے کہ انسان منقطع بھی کرنا چاہے نہیں کر سکتا۔ دعا کی لذت اور قلب پر اس کی تاثیر کے احوال صرف وہی جانتے ہیں جنھیں اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلانے، سر جھکانے اور پرنم آنکھوں کے ساتھ گڑگڑاتی ہوئی آوا کچھ عرض کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ قرآن و سنت کی نصوص میں اس کی بے پایا تاثیر کا ذکر ملتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ[۲۵]
ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝[۲۶]

[اے نبی! میرے بندے اگر آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا]

مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

۲۵ القرآن ۲: ۱۸۶

۲۶ القرآن ۷: ۵۵

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا [٢٧]
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ [٢٨]

[ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں اور اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت سے مطمئن کیجیے جو اپنے رب کی رضا کے طالب بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں]

کتب حدیث میں دعا پر مفصل ابواب ہیں۔ مربی اعظم نے دعا کا طریق، اس کے آداب اور اس کی تاثیر کو بہ دلائل سمجھایا ہے۔ آنحضرتؐ سے جو دعائیں منقول ہیں ان کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مسلمان کو کیسا انسان بننے کی ترغیب تعلیم دی ہے

عن سلمان الفارسی، قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر [٢٩]

[سلمانؓ فارسی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کو نہیں پھیر سکتی، اور بر کے سوا کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کر سکتا]

دعا بندے اور خالق کے تعلق کو مستحکم اور مسلسل برقرار رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔
حضور اکرمؐ نے فرمایا:

الدعاء مخ العبادة [٣٠] [دعا عبادت کی روح ہے]

ایک موقع پر اور فرمایا:

الدعاء هو العبادة [٣١] - [یعنی دعا عبادت ہے]

---

[٢٧] القرآن، ٣٢: ١٦۔
[٢٨] القرآن، ١٨: ٢٨۔
[٢٩] ترمذی، ابواب القدر، ٢: ٢٠ — ابن ماجہ، ١: ٣٤ — مسند، ٥: ٢٧٧، ٢٨٠، ٢٨٢۔
[٣٠] ترمذی، ٢: ٢٦٦۔
[٣١] ایضاً

عبادت، ذکرِ الٰہی، مصاحبت اور دعا و احساسِ تشکر کے ذریعے مستحکم تعلق باللہ فرد کی تربیت کا اولیں ذریعہ ہے۔ یہ تعلق باللہ ہی ہے جو فرد کو جرم سے روکتا، نیکی پر ثابت قدم رکھتا، کبر سے محفوظ اور احساسِ عبدیت سے سرشار رکھتا ہے۔ تعلق باللہ ہی وہ معیار ہے جس سے فرد کی انسانیت اور اسلامیت کو ناپا جا سکتا ہے، تعلق باللہ کے بغیر انسان چلتا پھرتا بے روح حیوان ہے۔ (باقی آیندہ)

الفہرست

از محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق — اردو ترجمہ: محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے جس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید، نزولِ قرآن مجید، جمع قرآن اور قرائے کرام، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علم نحو، منطق، فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علماء و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیوں کر عالمِ وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں۔

ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور ہر جگہ ضروری حواشی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات ۹۴۶ مع اشاریہ — قیمت: -/۴۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور